OPEN ACCESS
Al-Qālam القلم
P-ISSN: 2071-8683; E-ISSN: 2707-0077
Volume 28, Issue, 1, 2023
http://alqalamjournalpu.com/

سروسز(خدمات)کے مشارکہ میں نقصان کے اصولوں کی فقہی تحقیق،جدید مسائل کے تناظر میں

A Jurisprudential Research regarding Investment in the business of Partnership in services and the ruling of losses in contemporary issues

Dr Muhammad Ijaz
Professor Sheikh Zayed Islamic Centrer, University of the Punjab, Lahore, Pakistan
Zia ud Din
Phd Scholar, Sheikh Zayed Islamic Centrer, University of the Punjab, Lahore, Pakistan

Abstract

KEYWORDS:

Parnership in services, Shirkat ul Aamal, Invesment in partnership of services. combination of Shirkat ul aamwal and amwal.

Date of Publication: 30-06-2023

Shirkat (Partnership in business) is a legal and permissible business in "Islam."Jurists (Islamic Scholars) have discussed in detail the Partnership and its different types and each ruling related to it. The discussion here is specifically about two types of partnership; Shirkat ul Aqad (contract of partnership in business). Basically, Shirkat ul Aqad is divided in three categories; Shirkat ul wujuh, Shirkat ul Amwal and Shirkat ul Aamal.The coming discussion is about the last two types (Shirkat ul Amwal and Shirkat ul Aamal), the combination of both by which a new kind of partnership formed. Shirkat ul Awmal (capital-based partnership) the participation of which is based on capital investment by the partners. Verbal involvement in the business is not a condition. The second one is called Shirkat ul Amaal (Partnership in providing services), in this type of contract, partners agree to take responsibility for any type of services which they providing and the profit is shared amongst them according to an agreed ratio. The base of this partnership is the taking joint responsibility by the partners to provide services to their customers. e.g., The partners agree mutual participation by providing different types of services such as education, medical treatments etc. Investment is not a requirement in this type of partnership, however now a days (participation in the business of services) often requires the investment of some capital. If investment of capital takes place, it results in combining the two types of shirkat, Shirkat ul Amwal and Shirkat ul Amaal.Combining the two types results in a new form of partnership. The question now arises that is this type of partnership permissible in Shariah Law? What are the rulings related to it? If it is allowed then what are the rulings for them? It is a lengthy challenging discussion; therefore, it is not possible to discuss here all the things. However, we will discuss here the introduction and rules related to loss in this type of partnership. Which in itself is a great challenge.

تمہید:

شرکت ایک جائز اور مشروع عقد ہے جس کا جواز قرآن وسنت کے متعدد دلائل سے ثابت ہے، قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ شرکاء کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

{وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَا هُمْ}[1]

اور بہت سے لوگ جن کے درمیان شرکت ہوتی ہے وہ ایک دوسرے کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں، سوائے ان کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے اور وہ بہت کم ہیں۔

اس آیت کے اشارۃ النص نے شرکت کا مشروع ہونا معلوم ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

عن أبي هريرة، رفعه قال: " إن الله يقول: أنا ثالث الشريكين ما لم يخن أحدهما صاحبه، فإذا خانه خرجت من بينهما "[2]

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ دو شریکوں کے مابین تیسرا میں ہوتا (یعنی ان کا مددگار ہوتا ہوں) جب تک کہ ایک دوسرے سے خیانت نہ کرے، جب ایک دوسرے سے خیانت کرلے تو میں دونوں کے درمیان سے نکل جاتا ہوں یعنی اپنی مدد ختم کردیتا ہوں۔

اس حدیث میں بھی دو شرکاء کا آپس میں شریک ہونے کے مستحسن قرار دیا گیا ہے اس لئے اس اچھے عمل پر اللہ تعالیٰ بھی ان کا مددگار ہوتا ہے البتہ جب ایک دوسرے کے ساتھ خیانت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں۔

شرکت عقد یعنی وہ شرکت جو کاروباری مقاصد کے لئے شرکاء آپس میں کرتے ہیں ان کو بنیادی طور پر تین مختلف اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے، شرکت اموال یعنی وہ شرکت جس میں شرکت کی بنیاد اور اساس مال یعنی سرمایہ ہوتا ہے، شرکت اعمال وہ شرکت جس میں شرکت کی بنیاد اور اساس کام کی ذمہ داری ہوتا ہے یعنی شرکاء مختلف قسم کی سروسز فراہم کرنے پر باہم شرکت قائم کریں جیسے تعلیم دینے کی خدمت، ٹرانسپورٹ کی سروس، کپڑے وغیرہ سینے کی سروس، اس قسم کی شرکت میں بنیادی عنصر شرکاء کی جانب سے کام کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ تیسری قسم کی شرکت شرکت وجوہ کہلاتی ہے جس میں شرکاء کے پاس کوئی سرمایہ تو نہیں ہوتا لیکن وہ اپنی وجاہت، پہچان اور تعلق کی بنیاد پر لوگوں سے ادھار چیزیں خرید کر کاروبار کرتے ہیں، اس قسم کے کاروبار میں شرکت کو شرکت وجوہ کہتے ہیں۔

ہمارے اس دور میں شرکت اعمال یعنی سروسز کے کاروبار میں اکثر وبیشتر سرمایہ کاری کی ضرورت پڑتی ہے جس سے شرکت اعمال اور شرکت اموال کی باہمی مرکب صورت وجود میں آتی ہے یہ ایک نئی صورت ہے اور اس مرکب شرکت کی مسائل اور احکام فقہاء کرام کے الگ سے بیان نہیں ہوئے اور نہ ہی اس قسم کی کوئی ایسی تفصیلات واضح

طور پر لکھی ہیں جس سے ہمارے اس دور میں شرکت کی اس نئی قسم کے مسائل کو شرعی نقطہ نظر سے پرکھا جاسکے ،زیر نظر مضمون میں ہم اس قسم کی شرکت کے نقصان سے متعلق مسائل کو بیان کریں گے۔

موضوع کا تعارف:

شرکت اموال اور شرکت اعمال دونوں قسموں کو باہم مل کر جو مرکب شرکت بنتی ہے، یہ شرکت کی ایک مرکب صورت ہے جو اس زمانے کی نئی شرکت ہے، اس قسم کے لئے ہم سروسز میں مشارکہ کی اصطلاح استعمال کریں گے۔ شرکت کی اس قسم کا تعارف، اس کی معاصر صورتیں اور احکام، نیز اس شرکت میں نفع اور نقصان کے اصول کیا ہوں گے، یہ وہ اہم مباحث و مسائل ہیں جن کے بارے میں علم ہونا نہایت ضروری ہے، چونکہ یہ تمام موضوعات ایک مضمون میں بیان نہیں کئے جاسکتے اس لئے فی الحال زیر نظر مضمون میں ہم، سروسز میں مشارکہ کا تعارف کرتے ہوئے اس کی معاصر صورتیں اور نقصان کے اصول کو بیان کریں گے تاکہ نقصان پر مرتب ہونے والے مسائل جو اس شرکت میں پیش آتے ہیں معلوم ہو سکیں۔

موضوع کی اہمیت:

سروسز میں شرکت کا کاروبار موجودہ دور کا بڑا وسیع کاروبار ہے جس نے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ کافی تبدیلیاں اختیار کی ہیں اور اب سروسز کی شرکت کاروبار سادہ نہیں رہا۔ موجودہ زمانے میں سروسز کے کاروبار میں شرکاء کی طرف سے سرمایہ شامل ہونے سے شرکت کی دو اقسام شرکت اموال اور شرکت اعمال جمع ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس کاروبار میں نفع اور نقصان کے اصولوں کے بارے میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کیا ہونگے؟ چونکہ نقصان ہونے کی صورت میں اس نقصان کو شرکاء پر تقسیم کرنا، اور ہر شریک کا نقصان میں حصہ مقرر ہونا ضروری ہے اور اس کے طے نہ ہونے سے عموماً شرکت فاسد ہو جاتی ہے اور اصل مقصد یعنی حلال کمانا فوت ہو جاتا ہے اس لئے ان کے اصولوں کو پرکھنا اور مقرر کرنا ضروری ہے تاکہ معاملات کو صحیح طرز پر ڈال کر کسب حلال کے راستے کو ہموار کیا جاسکے نیز لوگوں کو شرعی اصولوں کے مطابق ایسی راہنمائی دی جاسکے کہ وہ کسی بھی فاسد معاملے کی وجہ سے گنہگار نہ ہوں، چونکہ سروسز میں مشارکہ ایک نیا مسئلہ ہے جس کے بارے میں قدیم فقہ میں صریح اور واضح احکامات نہیں اس لئے اس موضوع کے مسائل کو حل کرنا اس وقت کی اہم ضرورت ہے۔

مقاصد تحقیق:

اس تحقیق کا مقصد شرکت اعمال و اموال کے باہمی اختلاط سے مرکب صورت یعنی سروسز میں مشارکہ میں نقصان کے اصولوں کو طے کرنا ہے جو اس نوع کی شرکت میں نقصان سے متعلق تمام سوالات کے اصولی جوابات پر مشتمل ہوں اور عملی طور پر اس کاروبار میں نقصان ہونے والی تمام صورتوں کے متعلق تمام ممکنہ امور کا حل پیش کرنا ہے۔

سروسز میں مشارکہ کا تعارف:

سروسز انگریزی لفظ ہے اور اس کو اردو میں خدمات کہا جا سکتا ہے یعنی کسی کو سہولت اور خدمت فراہم کرنا جیسے درزی کپڑے سینے کی سہولت دیناہے،ڈرائیور گاڑی چلانے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ اشیاء وغیرہ لے جانے کی سہولت دیناہے، استاد تعلیم کی سہولت اور خدمت انجام دیتاہے اور ڈاکٹر علاج معالجے کی سہولت دیتاہے۔

مشارکہ باہم شرکت کو کہتے ہیں لیکن یہ لفظ مشارکہ آج کل شرکاء کی جانب سے مشترکہ کاروبار میں سرمایہ لگانے کے لئے استعمال ہوتاہے اور یہاں ہماری مراد بھی یہی ہے یعنی شرکاء کی جانب سے شرکت عقد میں سرمایہ فراہم کرنا۔

اس اعتبار سے سروسز میں مشارکہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ شرکت اعمال کی وہ صورت جس میں شرکاء کی جانب سے کاروبار میں سرمایہ بھی شامل ہو اور سرمایہ بھی کاروبار کا بنیادی عنصر بنے، بالفاظ دیگر شرکت اموال اور شرکت اعمال کا باہم مل کر مرکب شرکت کا وجود میں آنا، سروسز میں مشارکہ کہلائے گا۔

اس شرکت کو بعض فقہاء کرام نے شرکت مال و عمل سے تعبیر کیاہے، چونکہ سروسز میں مشارکہ ایک جدید نوعیت کی شرکت ہے جس کے مسائل بہت زیادہ ہیں، یہاں صرف اس شرکت کا تعارف اور اس کے اصولی مباحث میں سے صرف نقصان کے اصولوں کی تحقیق مقصود ہے۔

سروسز کی شرکت میں مشارکہ کا حکم:

سب سے پہلا سوال فقہی نکتہ نظر سے یہ پیدا ہوتاہے کہ کیا شرکت اموال اور شرکت اعمال کی ترکیب سے بننے والی مرکب شرکت یعنی سروسز میں مشارکہ درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو کیسے؟ اور اگر درست نہیں تو کیوں نہیں؟

اس کا آسان جواب یہ ہے کہ شرکت اموال اور شرکت اعمال کی مرکب صورت درست ہے، اس میں شرعی طور پر کوئی ایسی ممانعت نہیں پائی جاتی جس کی وجہ سے اس کو درست قرار نہ دیا۔ درحقیقت یہاں سرمایہ اور عمل دونوں کا اشتراک ہے اور دونوں کے ملاپ سے کسی ممنوع کا ارتکاب نہیں ہوتا کیونکہ عمل اور سرمایہ کا اشتراک تو شرکت اموال میں بھی پایا جاتاہے اور وہ اس طرح کہ اگر دو یا زیادہ شرکاء آپس میں اموال میں شرکت عقد کریں اور دونوں کام کرنے پر بھی اتفاق کریں تو یہاں سرمایہ کے ساتھ ساتھ عمل بھی پایا جاتاہے یعنی سرمایہ اور عمل دونوں میں اشتراک ہے بالکل اسی طرح اگرچہ شرکت اعمال میں اصل کام کاج کی ذمہ داری لینے میں شرکاء کا اشتراک ہوتاہے سرمایہ اس کے لئے ضروری نہیں ہوتا لیکن اگر دونوں شرکاء سرمایہ بھی فراہم کردیں تو عمل میں اشتراک کے ساتھ ساتھ سرمایہ میں بھی شرکت ہو جائے گی جس سے کسی ناجائز امر کا ارتکاب نہیں ہوتا اور نہ ہی اس معاملے میں شرکت میں کسی قسم کا ربو، قمار اور غرر پایا جاتاہے چنانچہ جب عقد کسی ایسی ممنوع پر مشتمل نہ ہو تو وہ جائز ہوتاہے۔

فقہاء کرام کی عبارات میں غور کرنے سے اس کا جواز معلوم ہوتاہے بلکہ بعض فقہاء کرام نے اس کے بارے میں صراحت سے لکھاہے کہ شرکت کی یہ صورت جائز ہے۔

ذیل میں فقہاء کرام کی چند ایک عبارات کو ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ دعویٰ مدلل ہو جائے۔

صاحب بدائع الصنائع علامہ کاسانیؒ شرکت الاعمال کی ایک صورت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں (جس کا ترجمہ یہ ہے):

قصاران لأحدهما أداة القصارة، وللآخر بيت اشتركا--------والآخر معينا له بنصف الدكان.[3]

دو دھوبیوں کی شرکت اس طور پر کہ ایک کے پاس دھونے کے آلات ہوں اور دوسرے کے پاس گھر ہو اور وہ یہ معاملہ کریں وہ ایک کے آلات کے ساتھ دوسرے کے گھر میں کام کریں اور نفع دونوں کا آدھا آدھا ہو گا تو یہ جائز اور اور اسی طرح سناروں، درزیوں اور رنگریزوں کی شرکت ہے، کیونکہ اجرت یہاں کام کا معاوضہ ہے آلات کا معاوضہ نہیں، اور عمل کی ذمہ داری دونوں پر ہے تو اس کا معاوضہ بھی دونوں کا ہو گا اور دونوں شرکاء ہر ایک اپنے نصف آلے اور نصف دکان کے ساتھ دوسرے کا معاون شمار ہو گا۔

یہ عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شرکت الاعمال میں اگر کام کاج کے لئے شرکاء کی طرف سے آلات وغیرہ فراہم کئے جائیں تو یہ درست ہے چنانچہ جس طرح دونوں شرکاء کا اپنے پاس پہلے سے موجود اشیاء کا فراہم کام میں معاون اشیاء کا فراہم کرنا درست ہے اسی طرح اگر دونوں فریق یا دونوں میں کوئی ایک فریق سرمایہ لگا کر یہ اشیاء خرید کر اعمال کی شرکت میں شامل کر لے تو یہ بھی درست ہو گا، گویا کہ شرکت الاعمال میں سرمایہ کاری کرنا کوئی ممنوع شے نہیں۔

فقہاء حنابلہ کے ہاں شرکت کی مختلف اقسام کے اجتماع اور مرکب صورت کی واضح طور پر اجازت دی گئی ہے۔
چنانچہ علامہ بہوتی حنبلی کشاف القناع عن متن الاقناع میں لکھتے ہیں:

> (وَإِنْ جَمَعَا) أَيْ اثْنَانِ فَأَكْثَرُ (بَيْنَ شَرِكَةِ عَنَانٍ وَأَبْدَانٍ، وَوُجُوهٍ وَمُضَارَبَةٍ صَحَّ) ؛ لِأَنَّ كُلّ وَاحِدَةٍ مِنْهَا تَصِحُّ مُفْرَدَةً فَصَحَّتْ مُجْتَمِعَةً قَالَ ابْنُ مُنَجَّا: وَكَمَا لَوْ ضُمَّ مَاءٌ طَهُورٌ إلَى مِثْلِهِ.[4]
>
> اور اگر دو یا دو سے زیادہ لوگ شرکت عنان، شرکت ابدان، شرکت جوہ اور مضاربت میں جمع ہو جائیں تو یہ درست ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک شرکت انفرادی طور پر درست ہے لہٰذا دونوں کی اجتماعی صورت بھی درست ہو گی، ابن منجا کہتے ہیں یہ ایسا ہی ہے جیسے پاک پانی میں اسی طرح کا پاک پانی ملایا جائے۔ (یعنی وہ پانی جیسے انفرادا پاک تھا اس لئے باہمی ملنے سے بھی وہ پاک ہی رہے گا، بالکل اسی طرح جب ہر ایک شرکت الگ الگ درست اور جائز تھی تو دونوں کے آپس میں ملنے اور مرکب صورت پیدا ہونے سے بھی وہ شرکت جائز اور درست ہو گی)۔

یہ عبارت صراحت سے دونوں قسم کے مشترک ہونے کے جواز پر دلالت کرتی ہے نیز شرکت الاعمال کے تحت ذکر کردہ مسائل میں فقہاء کرام کی جزئیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شرکت اعمال میں مال یا سرمایہ کا اختلاط جواز شرکت کے لئے مانع نہیں۔

سروسز میں مشارکہ میں نقصان کے احکام ومسائل:

شرکت اعمال میں نقصان کام کی ذمہ داری کے تناسب سے اور شرکت اموال میں نقصان سرمایہ کاری کے تناسب سے شرکاء کے مابین تقسیم ہوتا ہے چنانچہ جب تک نقصان کی نوعیت اور مقدار کے بارے میں معلوم ہونا ممکن ہو تب تک تو نقصان سرمایہ اور ذمہ داری کے اعتبار سے تقسیم ہوگا اور پھر کام کی ذمہ داری[5] اور سرمایہ کے تناسب سے شرکاء میں تقسیم ہوگا[6]، اس لئے اس قسم کی شرکت میں سروسز میں شرکاء کی طرف سے لگائے ہوئے سرمایہ کا معلوم ہونا اور کام کی ذمہ داری کا معلوم ہونا بہر حال شرط ہے تاکہ نقصان کو ان پر تقسیم کیا جاسکے لیکن جہاں نقصان کا تعین کرنا مشکل ہو جائے وہاں نقصان شرکاء پر کیسے تقسیم ہوگا؟ یہ حل طلب سوال ہے جس کا ذکر آئندہ اپنے مقام پر آئے گا۔

سروسز میں مشارکہ کی مختلف شکلیں:

سرمایہ کاری برائے جامد اثاثہ جات:

بعض اوقات سروسز کا کاروبار چلانے کے لئے بہت سے جامد اثاثوں کی ضرورت ہوتی ہے جس کے ذریعے سروسز کا مشترکہ کاروبار عملاً ہو سکتا ہے، مثلاً چند شرکاء مل کر کوئی اسکول، کالج یا یونیورسٹی قائم کرتے ہیں جس میں وہ تعلیم کی خدمات اور سروسز فراہم کریں گے جس میں سکول کے لئے بلڈنگ، فرنیچر، بورڈز، لائبریری کے لئے کتابیں، لیبارٹری، کمپوٹر لیب، کینٹین، پلے گراؤنڈ، پلے اریریاز وغیرہ بھی فراہم کئے جائیں، چنانچہ اگر اس مقصد کے لئے شرکاء سرمایہ فراہم کرکے جامد اشیاء خریدیں یا بنائیں تو ایسے جامد اشیاء میں بھی شرکاء کا شرکت ہوگی۔

اس قسم کے جامد اشیاء میں شرکاء کی شرکت شرکت ملک کی بنیاد پر ہوگی یعنی ہر ایک شریک اپنے لگائے ہوئے سرمایہ کے تناسب سے ان اشیاء میں شریک ہوگا اور اس مشترکہ اشیاء پر شرکت ملک کے احکام جاری ہونگے۔

اس قسم کی سرمایہ کاری میں جو جامد اثاثہ جات کے لئے ہو اس کا تصور قدیم روایتی فقہ میں موجود ہے جس میں کچھ شرکاء خدمات اور صنعت دینے کے لئے اپنے اوزار اور آلات فراہم کرتے ہیں مثلاً علامہ ابن قدامہ اس قسم کی ایک صورت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فإن كان لقصار أداة، ولآخر بيت، فاشتركا على أن يعملا---------في العمل المشترك۔[7]

اگر دو لوگ شرکت کریں جن میں ایک دھوبی ہو جس کے پاس (دھونے) والے اوزار ہوں اور دوسرے شریک کے پاس گھر ہو اور وہ دونوں اس طرح شرکت کا عقد کرلیں کہ اس (ایک شریک) کے دھونے کے آلات کے ذریعے سے دوسرے (شریک) کے گھر میں کام کریں گے اور آمدن دونوں میں مشترک ہوگی تو یہ صورت جائز ہے اور نفع

دونوں کے مابین طے شدہ شرط کے مطابق تقسیم ہو گا، کیونکہ دونوں کی شرکت کام کرنے پر ہوئی ہے اور کام سے شرکت میں نفع کا حق حاصل ہوتا ہے جبکہ آلات اور گھر کے بدلے میں کوئی نفع (الگ سے) نہیں ملے گا کیونکہ یہ دونوں چیزیں مشترک کام میں استعمال ہو رہی ہیں۔

فقہاءِ حنفیہ سے بھی شرکت اعمال کی اس نوعیت کا جواز منقول ہے مثلاً صاحب بدائع الصنائع لکھتے ہیں:

قصاران لأحدهما أداة القصارة، وللآخر بيت اشتركا على أن يعملا بأداة هذا في بيت هذا--------------والآخر معينا له بنصف الدكان.[8]

دو دھوبی جن میں ایک کے اس دھونے کے اوزار ہوں اور دوسرے کی طرف سے گھر ہو دونوں اس شرط پر شرکت کر لیں کہ ایک کے اوزار سے دوسرے کے گھر میں مل کر کام کریں گے اور حاصل ہونے والا نفع دونوں میں نصف نصف ہو گا تو یہ جائز ہے، اسی طرح سنہاریوں، درزیوں اور رنگریزوں کی شرکت بھی (اس طرح کرنا) درست ہے کیونکہ اس شرکت میں اجرت عمل کے بدلے میں ہوتی ہے آلات یعنی اوزار کے بدلے میں نہیں ہوتی چنانچہ جب کام کی ذمہ داری دونوں پر ہوئی تو اس کا بدل (یعنی اجرت) بھی دونوں کے لئے ہو گا، پس ایک اپنے نصف اوزار کے ساتھ دوسرے کا معاون ہوا اور دوسرا نصف دکان کے ساتھ پہلے کا معاون ہوا۔

ان دونوں فقہی جزئیات میں جامد اثاثوں کو شرکت اعمال میں داخل کیا گیا ہے اور اس کے باوجود شرکت کو درست قرار دیا گیا ہے تاہم یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ یہاں ان جامد اشیاء کی حیثیت ضمنی نوعیت کی ہے، چنانچہ اگر یہی جامد اثاثے دونوں شریکوں کے مشترکہ سرمایہ سے خرید کر شرکت میں شامل کئے جائیں تو اس کا حاصل بھی وہی ہے جو ہر ایک کی طرف سے الگ الگ اثاثے فراہم کرنے کا ہے، یعنی مشترکہ سرمایہ سے سروسز کا کام کرنے کے لئے اثاثوں فراہمی درست ہو گی اور شرکت اعمال کی صحت پر اس کا کوئی منفی اثر مرتب نہیں ہو گا۔

فقہی طور پر سرمایہ سے خریدی ہوئی اشیاء اسی فریق کی ملکیت ہو نگی جس کے سرمایہ سے یہ چیزیں خریدی گئی ہیں اور اگر اس میں ایک سے زائد شرکاء کا سرمایہ لگا ہوا ہے تو ان اثاثہ جات شرکاء شرکت ملک کے بنیاد پر اپنی اپنی سرمایہ کاری کے تناسب سے شریک ہوں گے جن کی قیمت میں کمی یا زیادتی ان شرکاء کا اپنا فائدہ یا نقصان سمجھا جائے گا شرکت اعمال کا ان میں کوئی عمل دخل نہیں سمجھا جائے گا۔

المعاییر الشرعیۃ میں اس بات کو یوں بیان کیا گیا ہے:

۴/۳/۳:اذا اقتضت شركة الاعمال توافرموجودات ثابت مثل المعدات أو الأدوات فيجوزأن يقدم كل طرف ما يحتاج اليه مع بقاء ما يقدمه مملوكا له أو شراء ذلک من أموال الشركاء على أساس شركة الملک،كما يجوز تقديم الموجودات الثابتة من أحد أطراف الشركة بأجرة تسجل مصروفات على الشركة۔[9]

جب شرکت اعمال میں تیار کرنے والے سامان اور آلات کی ضرورت ہو تو ہر ایک شریک کے لئے جائز ہے وہ اپنی احتیاج والی چیز پیش کرے جو اس کی مملوک ہوگی یا اس چیز (جس کی کاروبار کو ضرورت ہے) کی خریداری شرکاء کے مال سے شرکت ملک کی بنیاد پر کر لی جائے جیسا کہ یہ بھی جائز ہے کہ کوئی ایک شریک وہ سامان کرایہ پر پیش کرے اور اس کرایہ کے اخراجات شرکت پر ہوں۔

اس تصریح سے معلوم ہوا کہ مشترکہ سرمایہ سے شرکت اعمال کے لئے خریدے ہوئے اثاثوں میں شرکاء کی شرکت، شرکت ملک کے اصول پر مبنی ہوگی اور مشترکہ سرمایہ سے ان اثاثوں کا خریدنا جائز ہے۔

سرمایہ کاری برائے غیر جامد اشیاء اور ان کی صورتیں:

سرمایہ کاری برائے اخراجات:

اخراجات سے مراد کاروباری سرگرمی کے دوران پیش والے ضروری اخراجات ہیں یعنی سروسز کے کاروبار میں کبھی ایسے سرمایہ کی ضرورت پڑتی ہے جو کاروبار کے مختلف قسم کے انتظامات اور کام چلانے کے لئے ضروری ہوتے ہیں، یہ سرمایہ ایسا نہیں ہوتا جس سے کسی قسم کا کوئی فائدہ حاصل ہو بلکہ یہ سرمایہ ایک قسم کے اخراجات کے لئے ہوتا ہے جس سے شرکاء اپنے کام کو آسان اور یقینی بناتے ہیں جیسے کام کاج کرنے کے لئے بلڈنگ کا کرایہ، گیس، بجلی اور پانی وغیرہ کے بلوں کی ادائیگی، سیکورٹی، انٹرنیٹ، پارکنگ کی سہولیات حاصل کرنے کے اخراجات، کھانے پینے، ملازمین، سٹیشنری اور تشہیر وغیرہ کے اخراجات، غرض اس قسم کے بیسیوں ایسے اخراجات ہوتے ہیں جن کے لئے سرمایہ کاری کرنا پڑتی ہے۔

یہ ایسا سرمایہ ہوتا ہے جو استعمال ہو کر ختم ہو جاتا ہے جس سے براہ راست کوئی آمدن حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ سرمایہ کاری، سروسز کے کام کو یقینی بنائے اور بہتر بنانے کے لئے ضروری ہوتی ہے جس کے بغیر سروسز کے کام کو پرفیشنل طریقے سے کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

اس قسم کی سرمایہ کاری دراصل سروسز کے کاروبار پر آنے والے اخراجات کہلاتے ہیں اگر کوئی ایک شریک یا کچھ شریک اپنی طرف سے یہ اخراجات پورے کرنے کے لئے ایڈوانس میں سرمایہ فراہم کریں تو یہ ان شرکاء کا کاروبار کے ذمہ قرض ہو گا جو تمام شرکاء پر مساوی طور پر لازم ہو گا تاہم اگر ابتداء ہی سے تمام شرکاء مساوی طور پر ان اخراجات کے پورے کرنے کے لئے سرمایہ کاری کر لیں تو اس کی واپسی کی ضرورت نہیں پڑی گی ہاں اگر اس میں کچھ رقم بچ جائے تو وہ شرکاء کو واپس کی جا سکتی ہے یا پھر نفع میں شامل کر کے واپس دی جا سکتی ہے۔

ان اخراجات کے بارے میں یہ اصول تو طے ہے کہ چونکہ یہ کاروبار کو یقینی بنانے کے لئے ضروری ہوتے ہیں اس لئے یہ شرکاء پر مساوی طور پر تقسیم ہونگے کیونکہ سروسز میں اصل شرکت کام کی ذمہ داری پر مبنی ہوتی ہے اور یہ کام کی ذمہ داری اسی وقت یقینی بنائی جا سکتی ہے جب یہ اخراجات شرکاء برداشت کریں ورنہ اس کے بغیر بعض صورتوں

میں جہاں یہ اخراجات ضروری ہوتے ہیں کام کی ذمہ داری لینا محض ایک فرضی اور موہوم بات ہو گی جس کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہو گا اس لئے یہ اخراجات شرکاء پر لازم ہونگے۔

شرکت کا کاروبار چلاتے وقت آنے والے اخراجات کے بارے میں الدر المختار میں لکھا ہے:

ومؤنة السفر والكراء من رأس المال إن لم يربح خلاصة.

اور سفر کے اخراجات اور کرایہ یہ راس المال میں سے دیا جائے گا اگر نفع نہ ہو۔

علامہ شامی اس کے تحت لکھتے ہیں:

(قوله: ومؤنة السفر إلخ) أي ما أنفقه على نفسه من كرائه ونفقته وطعامه وإدامه من جملة رأس المال في رواية الحسن عن أبي حنيفة قال محمد: وهذا استحسان، فإن ربح تحسب النفقة من الربح وإن لم يربح كانت من رأس المال خانية.[10]

یعنی کرایہ، اس کا نفقہ، کھانے پینے کے اخراجات راس المال سے ہونگے امام حسن کی امام ابو حنیفہ سے منقول روایت کے مطابق، امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ استحسان (پر مبنی) ہے، پھر اگر وہ نفع کمالے تو یہ اخراجات نفع سے لیے جائیں گے اور اگر نفع نہ ہو تو یہ رأس المال میں سے ہونگے۔

اس عبارت کے مطابق کاروبار پر آنے والے ضروری اخراجات مشترک سرمایہ یا نفع میں سے ہونا طے ہے۔

اسی طرح مضاربت کے بارے میں فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق مال مضاربت میں دوران تجارت آنے والے اخراجات کے بارے میں بھی یہی حکم لکھا ہے چنانچہ صاحب کنز الدقائق لکھتے ہیں:

فإن سافر فطعامه وشراؤه وكسوته وركوبه في مال المضاربة ۔

اگر مضارب مالِ مضاربت کے ساتھ سفر کرے تو اس کا کھانا اور کھانا کا خریدنا، اس کے لباس اور سواری کے اخراجات مال مضاربت سے ہونگے۔

اس کے تحت صاحب البحر الرائق علامہ زین الدین ابن نجیم مصریؒ (المتوفی:970ھ) لکھتے ہیں:

وأشار بالطعام وما بعده إلى أنه ينفق على نفسه في السفر ما لا بد منه في عادة التجار بالمعروف فدخل فيه غسل ثيابه وأجرة من يخدمه من الخبز والطبخ وعلف دابة الركوب والحمل ونفقة غلمانه الذين يعملون معه والدهن في موضع يحتاج إليه كالحجاز وأجرة الحمام والحلاق وقص الشارب وما أسرف فيه ضمنه لانتفاء الإذن ۔[11]

الطعام اور بعد والی عبارت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مضارب سفر کے دوران پیش آنے والے ضروری اخراجات جو تجار کے ہاں معروف ہوں وہ(مال مضاربت سے)پورے کرے،پس اس میں کپڑے دھونا،اپنے کھانے پینے کے لئے خادم رکھنا،سواری کے کھانے کا خرچ،بوجھ اٹھانے کا خرچ،اس کے ساتھ کام کرنے والے لڑکوں(ملازموں)کا خرچ اور تیل کا خرچ جہاں اس کی ضرورت ہو جیسے حجاز میں،اور نہانے کے لئے حمام کی اجرت،بال کاٹنے والے،مونچھیں کاٹنے وغیرہ کی اجرت اور اس میں جہاں وہ اسراف کرے گا وہ وہ(مضارب)ضامن ہو گا کیونکہ اس کی اجازت نہیں ہوتی۔

یہاں مضاربت میں بھی کاروباری ضروری اخراجات کو مال مضاربت پر ڈالا گیا ہے،اور کاروبار پر اخراجات ڈالنے کے اعتبار سے شرکت اور مضاربت میں کوئی فرق نہیں،اور یہ اخراجات زمانے اور وقت کے اعتبار سے ہر عرف میں مختلف ہو سکتے ہیں مثلا پہلے سواری کے کھانے پینے کا خرچ تھا تو اب گاڑی اور اس کے پٹرول کا خرچ،پہلے زمانے میں کھانا پکانے کے لئے خادم ہوتا تھا تو آج کل ہوٹل سے کھانا کھانے کی اجرت وغیرہ سب کا حکم یکساں ہو گا،اخراجات کی نوعیت بدلنے سے حکم نہیں بدلے گا بلکہ کاروبار کے ضروری اخراجات تجار کے عرف کے مطابق لازم ہونگے۔

سرمایہ کاری برائے اموال شرکت:

یہاں اموال شرکت سے مراد وہ اموال،اثاثے اور سامان وغیرہ ہے جو سروسز کے ساتھ ساتھ بیچے جاتے ہوں اور ان پر نفع بھی حاصل ہوتا ہو یعنی کہ سروسز کی شرکت میں اموال کی شرکت یعنی شرکت اموال کامل طور پر آجائے جس سے صحیح معنوں میں شرکت اعمال اور شرکت اموال کی مرکب شکل وجود میں آجائے،جیسے کچھ آٹو میکینگ یعنی گاڑیوں کے مرمت،سروس وغیرہ کی سروسز میں باہمی اس طرح شرکت کریں کہ گاڑیوں کے سپئر پارٹس،انجن آئل وغیرہ بھی رکھ لیں اور جہاں گاڑیوں کی مرمت کریں وہیں گاڑیوں میں مطلوبہ سپئر پارٹس بھی لگا کر دیں،گاڑیوں کا انجن آئل بھی ساتھ فراہم کریں ظاہر اس صورت میں جہاں سروسز میں شرکت ہو گی وہیں سپئر پارٹس بھی دونوں کے سرمایہ لگانے کی وجہ سے شرکت امول ہو گی۔

اس قسم کی سرمایہ کاری سے جو ممکنہ مسائل پیدا ہوتے ہیں وہ شرکت اموال اور شرکت اعمال(سروسز پارٹنر شپ)میں شرکاء کے حصہ شرکت کے اعتبار سے مختلف اقسام کا ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سرمایہ اور کام کی ذمہ داری میں مساوات:

اگر شرکت کی اس مرکب صورت میں شرکاء کام کی ذمہ داری بھی برابر لیں اور سرمایہ بھی برابر فراہم کریں تو یہ سرمایہ کاری اور کام کی ذمہ داری کی حد تک مساوات پر مبنی شرکت ہو گی ایسی صورت میں اگر شرکاء کو کوئی نقصان ہوتا ہے تو نقصان سب پر مساوی تقسیم ہو جائے۔

اس صورت میں چونکہ دونوں چیزوں یعنی سرمایہ اور کام کی ذمہ داری شرکاء میں مساوی ہوتے ہیں اس لئے جو بھی نقصان ہو وہ شرکاء میں مساوی طور پر تقسیم ہو جائے گا چاہے نقصان کے بارے میں یہ تعین ہو کہ سرمایے کا ہے یا اعمال ہے یا پھر یہ تعین نہ ہو کیونکہ اس سے عملی طور پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔[12]

ذاتی سرمایہ وذمہ داری میں مساوات اور شریک کے مقابلے میں عدم مساوات:

دوسری صورت یہ ہے کہ سرمایہ اور کام کی ذمہ داری شرکاء کے مابین مساوی نہ لیکن ہر ایک کا مال اور عمل میں تناسب برابر ہو یعنی ایک شریک نے جتنی ذمہ داری کام کی لی ہو وہ اسی تناسب سے سرمایہ لگائے، جبکہ دوسرے فریق کا سرمایہ اور کام کی ذمہ داری پہلے شریک کے برابر تو نہیں لیکن اس کا ذاتی سرمایہ اور کام کی ذمہ داری کا باہم تناسب ایک جتنا ہو۔

مثلا دو لوگوں کی شرکت میں کام کی ذمہ داری ایک شریک کے ذمہ تین حصوں میں سے ایک حصہ یعنی ایک تہائی (33.33٪) اور سرمایہ بھی اسی تناسب سے تین حصوں میں سے ایک حصہ یعنی ایک تہائی (33.33٪) ہو اور دوسرے شریک کا کام کی ذمہ داری اور سرمایہ دونوں میں حصہ دو تہائی یعنی (66.66٪) ہو۔

اس صورت میں میں بھی نقصان کے تعین واضح ہے کہ ہر ایک شریک کا مال اور عمل میں تناسب ایک جتنا ہے لہٰذا نقصان کی نوعیت معلوم نہ ہونے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ نقصان سرمایہ کا ہو یا عمل کی ذمہ داری کا دونوں کا تناسب شرکاء کے حق میں ایک ہے اور اسی اعتبار سے یہ نقصان شرکاء میں تقسیم ہو جائے گا، اس صورت کا حکم اوپر ذکر کردہ پہلی صورت والا ہی ہے ان دونوں میں عملا نقصان کے تعین میں کوئی اشکال نہیں،

فقہاء مالکیہؒ کے شرکت اموال واعمال سے مرکب یہی صورت درست ہے یعنی جس میں ہر فریق کا عمل کی ذمہ داری اور سرمایہ میں تناسب یکساں ہو کیونکہ ان کے ہاں اس قسم کی شرکت میں ہر شریک کا سرمایہ اتنا ہونا ضروری ہے جتنی اس کے ذمہ کام کی ذمہ داری ہے اس سے کم وبیش والی صورت جائز نہیں، چنانچہ مشہور عالم وفقیہ ڈاکٹر محمد تاویل مالکیؒ شرکت کے اس قسم کے متعلق لکھتے ہیں:

> وبذه الشركة تعتبر شركة مركبة من المال والعمل،وتسمى شركة مال وعمل،ولهذا يجب فيها توفر شروطهما معا،وهى اتحاد العمل أو تلازمه والتساوى فى العمل،واتحاد المحل على التفصيل السابق،وأن يساهم كل واحد فى رأس مال الشركة بقدر نصيبه فى شركة العمل۔[13]
>
> اور یہ شرکت مال اور عمل سے مرکب شرکت مانی جاتی ہے اور اس کو شرکت مال و عمل کہتے ہیں، اس لئے اس میں دونوں شرکت کی اقسام کی شرائط کا ایک ساتھ پایا جانا ضروری ہے۔ اور وہ یہ کہ اس میں شرکاء کا عمل یعنی کام ایک ہی ہو یا دو ایسے کام ہوں جو آپس میں لازم وملزوم ہو، اور (اسی طرح) کام میں دونوں برابر ہوں، اور کام کرنے کی جگہ ایک ہو اسی تفصیل کے

مطابق جو گزر چکی، اور یہ کہ ہر ایک شریک رأس المال (یعنی سرمایہ) میں اپنے کام کے حصے کے بقدر شریک ہو۔

اس کے بعد مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فاذا كان العمل بينهما أنصافا أخرج كل واحد نصف رأس المال۔وان كان عمل أحدهما يساوى الثلث،وعمل الآخر يساوى الثلثين ،أخرج صاحب الثلث ثلث رأس المال،وأخرج صاحب الثلثين ثلثى رأس المال،وهكذا،ون دخلا على خلاف ذلک لم تجز الشركة ،مثل أن يكون العمل بينهما أثلاثا،ويخرج كل منهما نصف رأس المال،وما أشبة ذلک۔[14]

پس اگر دونوں کے درمیان کام (کی ذمہ داری) نصف نصف ہو تو ہر ایک نصف نصف سرمایہ دے گا۔ اور اگر ایک کا کام ایک ثلث کے برابر ہو اور دوسرے کا کام ثلثان (دو ثلث) ہو تو ایک ثلث والا ایک ثلث کے بقدر سرمایہ دے گا اور دو ثلث والا دو ثلث کے بقدر سرمایہ دے گا اور اسی طرح (باقی صورتوں میں)، اور اگر دونوں نے اس کے خلاف شرکت شروع کی تو وہ شرکت جائز نہیں ہو گی۔ مثلا کام دونوں کے درمیان تین حصے ہو (یعنی ایک کے ذمے ایک ثلث اور دوسرے کے ذمہ دو ثلث ہو) اور سرمایہ دونوں میں سے ہر ایک نصف نصف فراہم کریں یا اسی طرح کی کوئی اور صورت (جس میں کام اور سرمایہ کے تناسب میں فرق ہو) تو ہو جائز نہ ہو گا۔

مالکیہ کے رائے میں شرکت یہ مرکب صورت محدود ہو جاتی ہے لیکن اس کی وجہ سے وہ تمام مسائل ختم ہو جاتے ہیں جو بقیہ صورتوں میں پیش آتے ہیں اس اعتبار سے شرکت کی یہ صورت زیادہ بہتر اور مبنی بر احتیاط ہے۔

سرمایہ اور کام کی ذمہ داری میں عدم مساوات:

سرمایہ کے اعتبار سے یہاں سروسز میں مشارکہ کی وہ صورت مراد ہے جس میں شرکاء کے مابین سرمایہ اور عمل کے تناسب یکساں نہیں ہوتا۔ مثلا دونوں نے سرمایہ تو برابر یعنی نصف نصف لگایا ہو لیکن کام کی ذمہ داری لینے میں دونوں برابر نہ ہو، یا کام کی ذمہ داری لینے میں دونوں کی شرکت تو برابر یعنی نصف نصف کی ہو لیکن سرمایہ دونوں کا برابر نہ ہو، یا دونوں میں تفاوت ہو جیسے ایک فریق کی طرف سے سرمایہ دو تہائی ہوں اور کام کی ذمہ داری ایک تہائی ہو جبکہ دوسرے فریق کی طرف سے سرمایہ ایک تہائی ہو اور کام کی ذمہ داری دد تہائی ہو، یا ایک شریک کی طرف سے عمل اور سرمایہ دونوں ہوں اور باقی شرکاء کی طرف سے کوئی سرمایہ نہ، یا دو سے زیادہ شرکاء ہونے کی صورت میں بعض شرکاء کی جانب سے سرمایہ اور عمل دونوں ہوں اور بعض کی طرف سے صرف عمل ہو سرمایہ کوئی نہ ہو۔ اس قسم کی نقصان کے اعتبار سے دو صورتیں بنتی ہیں۔ (1) معلوم نقصان کی صورت۔ (2) مجہول نقصان کی صورت۔

1-معلوم نقصان کی صورت:

معلوم نقصان سے مراد یہ ہے کہ نقصان کے نوعیت مکمل طور پر معلوم ہو،یعنی یہ معلوم ہو کہ یہ نقصان سرمایہ کا ہے یاکام کی ذمہ داری کا؟یادونوں کا؟اور ہر ایک کا نقصان کتنا کتنا ہے،یعنی نقصان کی تعین میں کوئی جہالت نہ ہو۔

اس صورت میں شرکت میں ہونے والے نقصان کے بارے میں اصول یہی ہے کہ نقصان کی نوعیت کو دیکھا جائے اگر یہ نقصان سرمایہ کا ہو تو یہ سرمایہ لگانے والے شرکاءپر ان کے سرمایہ کے تناسب سے تقسیم ہو جائے گا۔[15] اور اگر یہ نقصان عمل کا ہو تو عمل کی ذمہ داری کے تناسب سے تقسیم ہو جائے گا،[16] اور اگر دونوں کا ہو تو پہلے نقصان کو دو حصوں یعنی سرمایہ اور کام کی ذمہ داری پر نقصان کے اعتبار سے تقسیم کریں اور پھر سرمایہ کاری کرنے والوں اور کام کی ذمہ داری لینے والوں پر ہر ایک کے حصے کے مطابق تقسیم کر دیں گے۔[17]

2-مجہول نقصان کی صورت:

مجہول نقصان سے ہماری مراد یہ ہے نقصان کے بارے میں معلوم نہ ہو سکے کہ یہ نقصان سرمایہ کا ہے یاکام کا؟یا کتنا نقصان سرمایہ کا ہے اور کتنا کام کا وغیرہ کا۔اور یہ صورت شرکت کی اصل روح کے خلاف ہے کیونکہ عملی طور پر شرکت کی جائز صورتوں میں یہ حادثاتی طور پر ہی ہو سکتا ہے جس کی ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ شرکاءنہ نفع ونقصان کا کوئی حساب محفوظ نہیں کیا اور نہ ہی کوئی حساب وکتاب رکھا،یا حساب وکتاب ہی ضائع ہو گیا۔ورنہ عام حالات میں اس کی نوبت پیش نہیں آتی خاص طور پر آج کل حساب وکتاب کے لئے با قاعدہ کاروبار میں مستقل شعبہ ہوتا ہے جو حساب وکتاب کو محفوظ رکھتا ہے اور آڈٹ وغیرہ کے ذریعے سے سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے کہ نقصان کیا ہے اور کس چیز کا ہے؟یا نقصان کتنا ہے؟لیکن اگر شرکاءغفلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حساب وکتاب نہ کریں تو پھر یہ مسئلہ پیش آسکتا ہے جو عملی طور پر کوتاہی ہی ہوتی ہے جو کسی بھی شرکت کی صورت میں آسکتی ہے اس لئے یہ مسئلہ کوئی بہت بڑا چیلنج تو نہیں جو شرکت کی اس قسم کے انعقاد کے لئے کوئی رکاوٹ ہو۔

اس قسم میں پیش آنے والے مسائل:

شرکاءکی کوتاہی کی وجہ سے نقصان کے بارے میں حتمی طور پر معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کئی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ مثلاً اگر نقصان سرمایہ کا ہو،اور سرمایہ کسی ایک فریق کا ہو دوسرے کا کوئی سرمایہ نہ ہو تو ایسی صورت میں اگر دونوں شرکاءپر نقصان ڈالیں گے تو دوسرے فریق کا حقیقت میں کوئی نقصان نہیں ہوا جبکہ اس پر نقصان ڈال دیا گیا۔

اسی طرح اگر نقصان سرمایہ کا نہ ہو بلکہ کام کی ذمہ داری لینے کا ہو جیسے دوران کام کسی کی کوئی چیز خراب کر دی گئی یا ضائع ہو گئی وغیرہ اور یہ معلوم نہ ہو کہ نقصان سرمایہ کا ہے یا ذمہ داری کا تو ایسی صورت سرمایہ پر نقصان ڈالنے کا مطلب یہ ہو گا کہ اس کو ایسی چیز کا ضامن قرار دینا لازم آئے گا جو سرے سے ضامن نہیں بن سکتی۔

اسی طرح سرمایہ کے تناسب اور کام کی ذمہ داری کے تناسب میں فرق ہونے کی وجہ سے سے ممکن ہے کہ سرمایہ پر اصلا نقصان نہ آتا ہو لیکن سرمایہ میں نقصان ڈالنے کی وجہ سے زیادہ سرمایہ کاری کرنے والے کا نقصان ہو جائے یا

نقصان سرمایے کا ہو لیکن کام کی ذمہ داری پر نقصان ڈالنے کی وجہ سے زیادہ ذمہ داری لینے والے کے ذمے نقصان ڈال دیا جائے۔

مسائل کا حل:

اس قسم کے مسائل کا سیدھا اور آسان حل تو یہی ہے کہ اس قسم کی شرکت کو فقہاء مالکیہ کے اصول کے مطابق کیا جائے یعنی اس میں سرمایہ اور کام میں ہر دو میں ہر ہر شریک برابر نسبت سے شرکت کرے۔ لیکن یہ حل تب ہو سکتا ہے جب شرکت اختیار کرنے سے پہلے اس پر عمل ہو لیکن پہلے سے ہونے والی شرکت میں جب نقصان کی نوعیت اس طرح ہو تو یہ اس کا حل نہیں ہو سکتا۔

اس قسم کے مشارکہ کی صورتوں کی نوعیت پر نقصان کا حکم کیا لگنا چاہیے اس پر غور و فکر کے بعد سروسز میں مشارکہ کی تین صورتیں ممکن ہیں اور اسی اعتبار سے نقصان کا تعین کیا جا سکتا ہے۔

پہلی صورت:

اس مرکب شرکت (شرکت اعمال و اموال) میں سرمایہ کی حیثیت بہت کم ہو یعنی سرمایہ ایک ضمنی نوعیت کا ہو جیسے درزی کے کام میں عام کپڑوں کے بنانے میں دھاگہ اور بٹن وغیرہ پر خرچ ہونے والا سرمایہ، خط و کتابت اور تحریر کی خدمات پر آنے والے سیاہی، قلم اور کاغذ وغیرہ کے اخراجات، اس قسم کے اخراجات پر صرف ہونے والا سرمایہ بالکل ایک ضمنی نوعیت کا ہوتا ہے جس کو عرفاً بھی زیادہ اہمیت اور وقعت نہیں دی جاتی بلکہ ایسے امور کو سرمایہ کے بارے میں شرکاء باہم ایک دوسرے کے ساتھ چشم پوشی کا مظاہرہ بھی کر لیتے ہیں۔

اس قسم کا سرمایہ چونکہ ایک ضمنی اور تابع نوعیت کا ہوتا ہے اور اس کی مقدار بھی عموماً اتنی زیادہ نہیں ہوتی اس لئے شرکت عمل و مال کی اس صورت پر شرکت اعمال کے احکام ہی جاری ہونگے اور سرمایہ کی نوعیت ضمنی ہونے کی وجہ سے نقصان میں اس کو معیار نہیں بنایا جائے کیونکہ فقہاء کرام کے ہاں اعتبار اصل اور مقصود کا ہوتا ہے ضمنی امور کا معاملے پر کوئی گہرا اثر مرتب نہیں ہوتا۔

اس کو بالکل ایسے ہی سمجھنا چاہیے جیسے شرکت اموال میں نقصان کے لئے بنیاد سرمایہ ہوتا ہے باوجود اس کے کہ اس میں شرکاء کا عمل بھی شامل ہوتا ہے لیکن چونکہ عمل کی حیثیت ضمنی اور تبعی نوعیت کی ہوتی ہے اس لئے نقصان میں عمل کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا بلکہ عمل کے اعتبار سے نقصان کو شرکاء پر تقسیم کرنا درست بھی نہیں ہوتا۔

اور یہ بات فقہاء کرام کے ذکر کردہ اصول و فروع کی روشنی میں درست معلوم ہوتی ہے کہ ضمنی چیزوں کا فقہاء کرام اعتبار نہیں کرتے بلکہ اصل کا اعتبار کرتے ہوئے حکم لگائے ہیں اور فقہ سے اس کی بہت سے نظائر پیش کیے جا سکتے ہیں۔

مثلاً حرم میں اگنے والے خودرو درختوں کے کاٹنے کی ممانعت وارد ہے جس پر جزاء (صدقہ وغیرہ) لازم ہوگا چنانچہ اگر کوئی درخت ایسا ہو جس کی جڑ حدود حرم میں ہوں اور شاخیں باہر ہوں تو وہ حرم کا درخت شمار ہوگا اور اگر اس کی

جڑیں حرم کی حدود سے باہر ہوں اور شاخیں حدود حرم میں تو وہ حرم کا درخت شمار نہیں ہو گا اور اس کی شاخیں وغیرہ کاٹنے سے کوئی جزاء لازم نہیں ہو گی، اس بات کو صاحب بدائع نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شجرة أصلها في الحرم وأغصانها في الحل فهي من شجر الحرم، وإن كان أصلها في الحل وأغصانها في الحرم فهي من شجر الحل ينظر في ذلك إلى الأصل لا إلى الأغصان لأن الأغصان تابعة للأصل فيعتبر فيه موضع الأصل لا التابع.[18]

یہاں اعتبار اصل کا کیا ہے وہ کی درخت کی جڑ اور تنا ہے شاخیں جو تابع ہیں اس پر حکم مرتب نہیں کیا۔

اسی طرح مالِ مضاربت میں سرمایہ اصل ہوتا ہے جبکہ نفع اس کے تابع ہوتا ہے اس لئے فقہاء کرام کی بیان کردہ تصریح کے مطابق اگر مضاربت میں نقصان ہو جائے تو اس سرمایہ جو کہ اصل ہے اس کو محفوظ رکھنے کے لئے یہ نقصان نفع سے پورا کیا جائے کیونکہ نفع تابع ہے اور سرمایہ اصل ہے ہاں اگر یہ نقصان نفع سے بڑھ جاتا ہے تو مزید نقصان پھر سرمایہ پر ڈالا جائے گا۔

چنانچہ اس حوالے سے شیخ وھبۃ الزحیلیؒ نقل فرماتے ہیں:

وما هلك من مال المضاربة فهو من الربح دون رأس المال؛ لأن الربح تابع للمال، ورأس المال أصل له، ولا يعتبر التبع قبل حصول الأصل، فيكون صرف الهلاك إلى التابع أولى. فإذا زاد الهلاك على الربح فلا ضمان على المضارب؛ لأنه أمين۔[19]

یہ اور اس جیسی دیگر جزئیات کی روشنی میں اصل کے معتبر اور معیار ہونے اور فرع کے معیار نہ ہونے کا مسئلہ بخوب واضح ہو جاتا ہے چنانچہ بالکل مسئلہ مبحوث عنہا میں بھی اصل چونکہ اعمال ہونگے اس لئے یہاں نفصان اعمال یعنی کام کی ذمہ داری پر ہی ڈالا جائے گا یعنی یہ شرکت اعمال ہی ہو گی اور اس پر شرکت اعمال کے احکام ہی جاری ہوں اور سرمایہ کی نوعیت تبعی اور ضمنی ہونے کی وجہ سے نقصان میں اس کا کوئی عمل دخل نہیں ہو گا اور نہ ہی اس نقصان میں سرمایہ کو مدار بنایا جائے گا۔

دوسری صورت:

شرکت مال وعمل کی دوسری صورت مذکورہ بالا مسئلے اعتبار سے یہ ہے ، سرمایہ غالب ہو اور کام کاج ضمنی اور تبعی نوعیت کا ہو جیسے کنسٹرکشن کا ایسا معاملہ جس میں تعمیر کرنے والا اپنی طرف سے اخراجات کر کے تعمیرات کرتا ہے، یا کوئی بھی مینوفیکچرنگ کا کام جس میں دو سے زیادہ لوگ شریک ہوں اور لوگوں کو چیزیں آرڈر پر بنا کر دیتے

ہوں، مثلاً گاڑیاں بنانے والا کمپنیاں، فرنیچر، قالین وغیرہ بنا کر دینے والے لوگ جو اپنی طرف سے سرمایہ لگا کر چیز بنا کر دیں اور پھر گاہک کو چیز دینے کے بعد اس سے پیسے لیتے ہوں، اس قسم کے کام میں شرکت میں چونکہ کام کاج یعنی خدمات کے مقابلے میں سرمایہ بہت زیادہ ہوتا ہے اور کام کاج کم یا ضمنی نوعیت کا ہوتا ہے اس لئے اس قسم کی شرکت جس میں سرمایہ خدمات پر غالب ہو اس پر شرکت الاموال کے احکام جاری ہونگے اور اس میں نقصان کا مدار سرمایہ پر ہوگا، کام کاج پر نہیں ہوگا۔

تیسری صورت:

تیسری صورت جس میں کام اور سرمایہ دونوں کی نوعیت معتد بہ ہو اور کسی ایک چیز کو غالب اور اصل قرار دے کر دوسری تو تابع قرار دینا مشکل ہو بلکہ ہر دو اصل کی حیثیت رکھتے ہوں ایسی صورت میں نقصان کا تعین نہ ہو سکنے کی وجہ سے نقصان شرکاء پر ڈالنے کی وجہ سے اوپر ذکر کیے گئے اشکالات پیدا ہونگے۔

جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا کہ یہاں نقصان سے مراد وہ نوعیت ہے جس میں نقصان کے بارے میں یہ تعین کرنا مشکل ہو کہ یہ نقصان سرمایہ کا ہے یا عمل کا مثلاً حساب کتاب میں غلطی ہو جائے، یا حساب و کتاب کرنے میں عملی کوتاہی ہو یا حساب و کتاب ضائع ہو جائے۔ اس صورت میں نقصان کی شرکاء پر تقسیم کس طرح ہوگی اس کے دو حل ہیں:

پہلا حل:

ایسی صورت میں نقصان کا تعین اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ سرمایہ اور کام کی ذمہ داری دونوں کو دیکھا جائے اور اس اعتبار سے پہلے نقصان کو دو حصوں پر تقسیم کر کے ایک حصہ کو سرمایہ کا نقصان اور ایک حصہ کو کام کا نقصان قرار دیا جائے اور پھر سرمایہ اور ذمہ داری میں شرکاء کی شرکت کے تناسب سے یہ نقصان کو تقسیم کر دیا جائے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ یہاں سرمایہ اور کام کی ذمہ داری مستقل معقود علیہ ہیں جن پر شرکت قائم ہے اور نقصان میں ہر ایک کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اس لئے ہر دو پر نقصان مساوی تقسیم کر دیا جائے گا، کیونکہ نقصان سرمایہ اور کام دونوں کا ہو سکتا ہے لیکن کسی ایک کا تعین نہیں اس لئے نقصان کو دونوں چیزوں پر تقسیم کیا جائے گا، وجہ اس کی یہ ہے کہ یہاں ایک ہی حکم یعنی ضمان دو چیزوں کی طرف متوجہ سے سرمایہ اور نقصان اور کسی ایک کو کوئی ترجیح حاصل نہیں اس لئے ہر دو مساوی طور پر ضمان کو برداشت کریں گے۔

ہماری اس رائے کے بارے میں فقہاء کرام سے کوئی صریح اور واضح حکم تو ایسی صورت کا منقول نہیں مل سکا تاہم فقہاء کرام کی شرکت کے متعلق مباحث سے اوران کے اصولوں کی روشنی میں یہ بات درست ہے اور اس پر کچھ جزئیات سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے۔

مباحات میں شرکت اعمال سے حاصل ہونے والی اشیاء کے بارے میں فرمایا کہ یہ شرکت فاسد ہے چنانچہ غیر مملوکہ لکڑیاں اور گھاس وغیرہ جمع کرنے پر شرکت عمل کرنا، شکار کرنے اور اسی دیگر تمام مباحات کو حاصل کرنے پر شرکت کرنا فاسد ہے اگر اس سے کچھ حاصل ہو جائے تو اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

فصل في الشركة الفاسدة (لا تصح شركة في احتطاب واحتشاش واصطياد واستقاء وسائر مباحات) كاجتناء ثمار من جبال وطلب معدن من كنز وطبخ آجر من طين مباح لتضمنها الوكالة والتوكيل في أخذ المباح لا يصح(وما حصله أحدهما فله وما حصلاه معا فلهما) نصفين إن لم يعلم ما لكل۔[20]

اور اس شرکت سے جو بھی چیز حاصل ہو جائے وہ اسی کا ہے جس نے اس کو حاصل کیا ہے چنانچہ اگر ایک نے حاصل کیا تو وہ اس کا ہو گا، اگر دونوں نے ایک ساتھ حاصل کیا تو وہ دونوں کا نصف نصف ہو گا اگر ہر ایک کی حاصل کی ہوئی مقدار معلوم نہ ہو۔

اس کے حاشیہ میں علامہ ابن عابدین اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(قوله: وما حصلاه معا إلخ) يعني ثم خلطاه وباعه، فيقسم الثمن على كيل أو وزن ما لكل منهما، وإن لم يكن وزنيا ولا كيليا قسم على قيمة ما كان لكل منهما، وإن لم يعرف مقدار ما كان لكل منهما صدق كل منهما إلى النصف؛ لأنهما استويا في الاكتساب وكأن المكتسب في أيديهما فالظاهر أنه بينهما نصفان، والظاهر يشهد له في ذلك، فيقبل قوله ولا يصدق على الزيادة على النصف إلا ببينة؛ لأنه يدعي خلاف الظاهر. اهـ فتح.

اور جو چیز وہ ایک ساتھ حاصل کر (یعنی کما) لیں یعنی اس کو خلط مل کر کے بیچ دیں تو اس کا ثمن (چیز کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقم) ہر ایک کو اس کی حاصل (یعنی کمائی) ہوئی چیز کے مطابق ملے گا اور اگر ان دونوں نے اپنی اپنی چیز کا وزن اور کیل نہ کیا ہو (یعنی ہر ایک کی کمائی ہوئی چیز کا وزن اور مقدار معلوم نہ ہو تو ہر ایک کی چیز کی قیمت کے اعتبار سے (حاصل ہونے والی آمدن) کو تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور اگر دونوں میں سے ہر ایک کے چیز کی مقدار معلوم نہ ہو تو ہر ایک شریک کی تصدیق نصف مال تک کی جائے گی کیونکہ کمائی میں دونوں برابر تھے تو گویا کہ کمائی ہوئی چیز ان کے قبضے میں پس ظاہر یہی ہے کہ دونوں اس میں نصف نصف کے مالک ہونگے اور ظاہر بھی اس معاملے اس کی شہادت دیتا ہے، پس ہر ایک کا قول نصف تک قبول ہو گا اور نصف سے زیادہ کے مقابلے میں اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی الا یہ کہ اس کے پاس بینہ ہوں کیونکہ وہ (نصف سے زیادہ کے دعویٰ کی صورت میں) ظاہر کے خلاف دعویٰ کر رہا ہے۔

اس جزئیہ سے استدلال اس طرح سے ہو سکتا ہے کہ شرکت فاسد کی صورت میں اصل تو یہی تھا کہ جس نے جو کمایا وہ اسی کا ہوا اب اگر دونوں نے کما کر مال کو خلط ملط کر دیا اور پھر اس کو بیچ دیا جس کے بعد یہ بھی معلوم نہیں کہ کس نے

کتنا ملایا تھا تو اس صورت میں ظاہر یہی ہے کہ دونوں نصف نصف کے مالک شمار ہونگے ہاں اگر کوئی ایک فرد نصف سے زیادہ کا دعویٰ کرے تو بغیر شہادت کے اس کی بات معتبر نہیں ہو گی۔

چنانچہ بالکل اسی طرح جب شرکت اموال اور شرکت اعمال دونوں مستقل عقد ہیں اور دونوں کی اپنی اپنی اصل معنوی حیثیت ہے تو دونوں کو مستقل فرد تصور کرتے ہوئے ہر ایک شرکت کو نقصان کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا اور چونکہ اس صورت میں یہ معلوم نہیں ہو رہا کہ نقصان کس چیز کا ہے اور نہ ہی کوئی وجہ ترجیح ہے جس سے صرف شرکت اموال کا نقصان قرار دیا جائے یا صرف شرکت اعمال کا نقصان قرار دیا جائے اس لئے یہ نقصان دونوں یعنی اموال اور اعمال کی شرکت پر علی السویۃ تقسیم ہو جائے گا، ہاں اس کے بعد اگر شرکت میں ہر ایک کے سرمایہ اور کام کی ذمہ داری کا تناسب معلوم ہو تو وہ نقصان اسی تناسب سے مزید سرمایہ اور عمل کی تناسب پر تقسیم ہو جائے گا۔

اسی طرح شرکت ملک کی ایک صورت کے بارے میں مسئلہ مبحوث عنہا سے استدلال اور استیناس کیا جا سکتا ہے مثلاً۔

مطلب اجتمعا في دار واحدة واكتسبا ولا يعلم التفاوت فهو بينهمابالسوية [تنبيه]يؤخذ من هذا ما أفتى به في الخيرية في زوج امرأة وابنها اجتمعا في دار واحدة وأخذ كل منهما يكتسب على حدة ويجمعان كسبهما ولا يعلم التفاوت ولا التساوي ولا التمييز.فأجاب بأنه بينهما سوية، وكذا لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم ونما المال فهو بينهم سوية، ولو اختلفوا في العمل والرأي اه وقدمنا أن هذا ليس شركة مفاوضة ما لم يصرحا بلفظها أو بمقتضياتها مع استيفاء شروطها۔

اس جزئیہ میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اگر ایک گھر میں ماں اور بیٹا مشترکہ طور پر رہ رہے ہوں اور ہر ایک الگ الگ کما رہا ہو اور دونوں اپنی کمائی کو ایک جگہ جمع کر رہے ہوں جس میں ہر ایک کی کمائی الگ الگ طور پر معلوم نہ ہو اور نہ ہی اس میں تمیز ہو سکے تو ایسی صورت میں ان دونوں کی یہ مشترک کمائی نصف نصف ہو گی اگرچہ ان کی کمائی برابر نہ ہو۔

یعنی دو یا زیادہ لوگ اگر مل کر کمائیں اور اپنی کمائی ایک جگہ اکٹھی کریں تو ہر ایک شخص اپنی کمائی کا مالک ہو گا بشرطیکہ ہر ایک کی کمائی کا تعین ہو سکے یا ہر ایک کی مقدار معلوم ہو لیکن اگر کمائی کو ایسے جمع کیا کہ اس میں تعین کرنا مشکل ہو کہ کس کی کمائی کون سی یا ہے یا پھر ہر ایک کی کمائی کی مقدار معلوم نہ ہو تو ایسی صورت میں دونوں کی مخلوط کمائی مساوی طور پر دونوں کی مشترک ہو گی۔ یعنی نفع اور نقصان دونوں کا برابر ہو گا۔

دوسرا حل:

دوسرا حل باہمی مصالحت کا ہے کہ فریقین آپس میں مصالحت کر کے اس معاملے کا تصفیہ کر لیں۔

تاہم اگر یہ معاملہ قاضی کے پاس جائے تو اس کے حل میں مدعیٰ پر شہادت شرعی اور مدعیٰ علیہ پر قسم لاگو ہوگی اور اس کے مطابق قاضی فیصلہ کرے گا۔[21]

نیز اس اختلاف اور جھگڑے کو پہلے سے ختم کرنے کا ایک ممکنہ حل یہ بھی ہے کہ شرکت کے قائم ہونے کے وقت شرکاء پہلے ہی سے آپس میں باہمی رضامندی سے طے کرسکتے ہیں، جس میں سرمایہ اور کام کی ذمہ داری اور کاروبار کی نوعیت کے اعتبار سے شرکاء پہلے ہی آپس میں طے کرلیں کہ اگر شرکت میں مجہول نقصان کی صورت پیش آئی تو ہم آپس میں باہمی رضامندی سے اس نقصان کو کام کی ذمہ داری، یا سرمایہ سے پورا کریں گے یہ صورت چونکہ باہمی رضامندی سے اختلاف کو ختم کرنے کی ہوگی اور فقہی اعتبار سے مصالحت ہی ہوگی اس لئے شرکت کے ابتداء میں اس کو طے کرنا درست ہوگا[22] اور یہ ایسا ہی ہے جیسے نقصان ہونے کے بعد شرکاء آپس میں باہمی رضامندی سے کسی بات پر تصفیہ کرلیں۔[23]

اس تفصیل کی روسے نقصان کو صرف سرمایہ پر ڈالنا بھی درست ہے اور میں فقہی طور پر کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا وہ اس لئے اول تو یہ مصالحت ہے، دوسرا یہ کہ عمل یا عمل کی ذمہ داری پر نقصان نہ ڈالنے کو مضاربت پر قیاس کیا جا سکتا ہے کیونکہ مضاربت کے معاملے میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ عمل پر نقصان نہیں ڈالا جاتا سارا نقصان سرمایہ پر ہوتا ہے باوجود اس کے مضاربت میں مضارب کا عمل مضاربت کو وجود دینے کے لئے بنیادی عنصر ہے[24]، اسی طرح شرکت اموال میں بھی شرکاء کے مابین کام کرنا جب طے ہوجائے تو باوجود کام کی ذمہ داری لینے کے کام پر نقصان کو نہیں ڈالا جاتا۔

اس طرح صرف کام کی ذمہ داری پر نقصان کو باہم طے کرلینا اور سرمایہ پر کوئی نقصان نہ ڈالنا بھی بظاہر درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ سروسز کے مشارکہ میں عمل اور مال دونوں جہتیں ہیں اور اس قسم کی خاص صورت میں لڑائی اور فساد کو ختم کرنے کے لئے پہلے سے شرکاء کا کسی ایک جہت یعنی مال یا عمل کو نقصان کا مدار بنانا مصالحت کی بنیاد پر درست ہے، تاہم اس میں اس بات کا لحاظ شرکاء کو ضرور کرنا چاہیے کہ نقصان کے بارے میں یہ معاہدہ سرمایہ اور کام کی ذمہ داری دونوں کی نوعیت کو سامنے رکھ کر باہمی رضامندی سے طے ہو تاکہ کسی کا استحصال نہ ہو۔

بہر حال اس قسم میں نقصان کو معلوم کرنا جب سرے سے متعذر ہوگیا تو اس کو معلوم کرنے پر اصرار کرنا اور پھر اس کا تعین کرنا ایک ایسا امر ہے جو تکلیف مالا یطاق میں داخل ہے جس کا شریعت نے ہمیں مکلف نہیں کیا اس لئے اس نقصان کو مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق شرکاء پر ڈالا جاسکتا ہے۔ واللہ أعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

خلاصہ بحث:

خدمات میں شرکت جسے فقہی اصطلاح میں شرکت اعمال کہا جاتا ہے اس شرکت کو بڑے اور مؤثر پیمانے پر کرنے کے لئے سرمایہ کا ہونا ناگزیر ہے اور شرکاء کی طرف سے سرمایہ ملانے سے شرکت اعمال میں شرکت اموال کی صورت پیدا ہوجاتی ہے جس سے شرکت کی ایک نئی صورت جنم لیتی ہے جو شرکت اموال اور اعمال کی مرکب

صورت ہے، شرکت اموال اور شرکت اعمال دونوں میں نقصان کے اصولوں کی بنیاد الگ الگ ہے جس کی وجہ سے بعض صورتوں میں نقصان کے اصولوں کے بارے میں متعدد اشکالات اور سوالات پیدا ہوتے ہیں اور اس کا حل مطلوب ہوتا ہے، اس سلسلے میں یہ بات درست ہے کہ شرکت اعمال میں شرکت کی اعمال کا اختلاط کوئی ممنوع امر نہیں اور نقصان کے اصول ہر دومال اور عمل کی ذمہ داری کے تناسب سے شرکاء میں طے ہونگے اور جہاں نقصان کی نوعیت کو معلوم کرنا مشکل ہو وہاں دونوں شرکت کی اقسام میں سے جو قسم غالب ہو اس کے اصول لاگو ہوں گے اور جہاں دونوں مساوی ہوں وہاں نقصان کو اولا دونوں اقسام مساوی تقسیم کر دیا جائے گا اور پھر ہر ایک شرکت پر سرمایہ اور کام کی ذمہ داری کے تناسب کے مطابق شرکاء پر تقسیم کر دیا جائے اور جہاں بالکل ابہام ہو وہاں مصالحت کے شرعی اصول کو باہم اختلاف کو ختم کرنے کے لئے بنیاد بنایا جائے گا جس کی تفصیل اوپر دیکھی جاسکتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

[1] القرآن الکریم [ص 38:24]

Al-Qur'an al-Karim [Ṣād 38:24]

[2] أبو داود، سليمان بن الأشعث (المتوفى: 275هـ) سنن أبي داود، الناشر: المكتبة العصرية، بيروت، س،ن، باب في الشركة، (3/ 256)

Abū Dāwūd, Suleimān bin Al-Ash'ath (deceased: 275 AH) Sunan Abī Dāwūd, Publisher: Al-Maktaba Al-Aṣriyyah, Saidā' - Beirūt, S, N, Bāb fī al-Shirkah (3/ 256)

[3] علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني الحنفي (المتوفى: 587هـ) بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، فصل في بيان شرائط جواز أنواع الشركة (6/ 64) الناشر: دار الكتب العلمية، الطبعة: الثانية، 1406هـ - 1986م

Alā'ddīn, Abū Bakr bin Mas'ūd bin Aḥmed Al-Kāsānī Al-Ḥanafī (deceased: 587 AH) Badā'i' Al-Ṣanā'i fī Tartīb Al-Sharā'i, Faṣl fī Bayān Sharā'it Jawāz Anwā' al-Shirkah (6/64) Publisher: Dar Al-Kutub Al-'Ilmiyyah, Edition: Second, 1406 AH - 1986 AD

[4] البهوتي، ابن حسن، منصور بن يونس (المتوفى: 1051هـ) كشاف القناع عن متن الإقناع، الناشر: دار الكتب العلمية، س،ن، (3/ 531)

Al-Bahūtī, Ibn Ḥassan, Manṣūr Ibn Yūnus (deceased: 1051 AH) Kashāf al-Qinā' 'An Matn al-Iqnā', Publisher: Dār Al-Kutub Al-'Ilmiyyah, S, N, (3/ 531)

[5] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب الشركة، فصل في حكم الشركة (6/ 77)

Badā'i' Al-Ṣanā'i fi Tartīb Al-Sharā'i, Kitāb al-Shirkah, Faṣl fī Ḥukm al-Shirkah (6/77)

الزحيلي، وهبة بن مصطفى، (متوفى: 2015ء) الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب الشركة، دار الفكر، بيروت، س،ن (5/ 3913)

Al-Zuḥailī,Wahba bin Mustafa,(deceased:2015 AH)al-Fiqh al-Islami wa Adillatuhū، Kitāb al-Shirkah, Dār Al-Fikar, - Beirūt, S, N, (5/ 3913)

[6] الصنعاني، عبد الرزاق، أبو بكر، (المتوفى: 211هـ) مصنف عبد الرزاق الصنعاني، رقم الحديث (15087)، المكتب الإسلامي، بيروت، 1403ھ، (8/ 248)

بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، فصل في بيان شرائط جواز أنواع الشركة، دار الكتب العلمية، بيروت، 1406ه، (6/ 62)

ایضا:(6/77)

Al-Ṣan'ānī, Abd al-Razzāq, Abu Bakr, (deceased: 211 AH), Muṣannaf Abd al-Razzāq al-Ṣan'ānī, Ḥadīth No. (15087), al-Maktab al-Islami, Beirūt, 1403 AH, (8/ 248);Badā'i' Al-Ṣanā'i fi Tartīb Al-Sharā'i, Kitāb al-Shirkah, Faṣl fī Ḥukm al-Shirkah (6/62); ibid, (6/77)

[7] ابن قدامة،عبدالله بن احمد،موفق الدين،ابو محمد،(المتوفى: 620ھ)المغني لابن قدامة،شركة الأبدان، فصل: كان لقصار أداة ولآخر بيت فاشتركا ـ الخ،مكتبة القاهرة،س،ن (5/ 7)

Ibn Qudāmah, Abdullah bin Aḥmad, Muwaffiq al-Dīn, Abu Muḥammad (deceased: 620 A.H.), al-Mughnī by Ibn Qudāmah, Sharekah al-Abadān, chapter: Kāna li Qiṣār Adāt wa li Ākhir Bayt Fashtarakā, Maktabah al-Qāhirah Q, N (5/7)

[8] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،كتاب الشركة (6/ 64)

Badā'i' Al-Ṣanā'i fi Tartīb Al-Sharā'i, Faṣl fī Bayān Sharā'it Jawāz Anwā' al-Shirkah (6/64)

[9] المعايير الشرعية،هيئة المحاسبة والمراجعات للمؤسسات المالية الاسلامية،1435ھ ،المعيار الشرعی رقم 12،الشركة والمشاركة والشركات الحديثة،ص 336۔

Al-Mu'āyīr al-Shar'iyyah, Hay'ah al-Muḥāsabah wa al-Murāji'āt li al-Mu'assasāt al-Māliyyah al-Islamiyyah, 1435H, al-Mi'yār al-Shar'ī, Raqm 10, al-Shirkah wa al-Musharikah wa al-Shirkāt al-Ḥadīthah, pg/ 336; al-Shāmī, Ibn Ābdīn, Muḥammad Amīn (deceased: 1252 AH) Al-Durr Al-Mukhtār wa Ḥashiyah Ibn Ābdīn, Maṭlab fī mā Yabṭil al-Shirkah, (4/317), Dār Al-Fikr-Beirūt, 1412 AH, Badā'i' Al-Ṣanā'i fi Tartīb Al-Sharā'i, Faṣl fī Bayān Sharā'it Jawāz Anwā' al-Shirkah (6/105)

[10] الشامی،ابن عابدين،محمد أمين(المتوفى: 1252ھ)الدر المختار وحاشية ابن عابدين،مطلب فيما يبطل الشركة(4/ 317)،دار الفكر-بيروت، 1412ھ، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، فصل في بيان حكم المضاربة (6/ 105)

al-Shāmī, Ibn Ābdīn, Muḥammad Amīn (deceased: 1252 AH) Al-Durr Al-Mukhtār wa Ḥashiyah Ibn Ābdīn, Maṭlab fī mā Yabṭil al-Shirkah, (4/317), Dār Al-Fikr-Beirūt, 1412 AH, Badā'i' Al-Ṣanā'i fi Tartīb Al-Sharā'i, Faṣl fī Bayān Sharā'it Jawāz Anwā' al-Shirkah (6/105)

[11] ابن نجيم،ابن ابراهيم،زين الدين، (المتوفى: 970ھ)البحر الرائق شرح كنز الدقائق،كتاب المضاربة،(7/ 269)،دار الكتاب الإسلامي،س،ن

شیخی زاده،عبد الرحمن بن محمد،متوفی(1078ھ)مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، كتاب المضاربة،دار الكتب العلمية،بيروت،1998م (3/ 461)

Ibn Nujaym, Ibn Ibrāhīm, Zain al-Dīn (deceased: 970 AH), al-Baḥr al-Rā'iq, harḥ Kanz al-Daqā'iq, Kitāb al-Muḍāribah, (7/ 269), Dar al-Kitab al-Islami, S, N; Sheikhī Zādah, Abd al-Raḥman bin Muḥammad, died (1078 AH), Majma' Al-Anhar fī Sharḥ Multaqā Al-Abḥar, Kitāb al-Muḍārabah, Dār Al-Kutub Al-'Ilmiyyah, Beirūt, 1998 AD (3/461)

[12] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ،كتاب الشركة،فصل فی حكم الشركة(6/ 77) الناشر: دار الكتب العلمية،الطبعة: الثانية، 1406ھ - 1986م، الفقه الإسلامي وأدلته للزحيلي (5/ 3913)، مصنف عبد الرزاق الصنعاني ،رقم الحديث(15087)،المكتب الإسلامي،بيروت،1403 ھ،(8/ 248)

Badā'i' Al-Ṣanā'i fi Tartīb Al-Sharā'i, Kitāb al-Shirkah, Faṣl fī Ḥukm al-Shirkah (6/77); al-Fiqh al-Islami wa Adillatuhū li Al-Zuḥailī (5/ 3913), Muṣannaf Abd al-Razzāq al-Ṣan'ānī, Ḥadīth No. (15087); ibid.

[13] محمد تاویل، الدکتور، الشرکات وأحکامها فی الفقه الاسلامی، دار ابن حزم بیروت(۲۰۰۹ء) صفحه(۴۹۳)

Muḥammad Ta'wīl, Doctor, al-Sharikāt wa Aḥkamuhā fī al-Fiqh al-Islamī, Dar Ibn Ḥazam, Beirūt (2009), page (493).

[14] أيضاً

Ibid.

[15] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ،كتاب الشركة،فصل فی حکم الشرکة(6/ 77) الناشر: دار الكتب العلمية،الطبعة: الثانية، 1406هـ - 1986م، الفقه الإسلامي وأدلته للزحيلي (5/ 3913)

Badā'i' Al-Ṣanā'i fī Tartīb Al-Sharā'i, Kitāb al-Shirkah, Faṣl fī Ḥukm al-Shirkah (6/77); al-Fiqh al-Islami wa Adillatuhū li Al-Zuḥailī (5/ 3913)

[16] مصنف عبد الرزاق الصنعاني ،رقم الحديث(15087)،المكتب الإسلامي،بيروت،1403 هـ،(8/ 248)

بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،فصل في بيان شرائط جواز أنواع الشركة،دار الكتب العلمية،بيروت،1406هـ،(6/ 62)

Muṣannaf Abd al-Razzāq al-Ṣan'ānī, Ḥadīth No. (15087); Badā'i' Al-Ṣanā'i fī Tartīb Al-Sharā'i, Faṣl fī Bayān Sharā'it Jawāz Anwā' al-Shirkah (6/64)

[17] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،فصل في بيان شرائط جواز أنواع الشركة،دار الكتب العلمية،بيروت،1406هـ،(6/ 62)

Badā'i' Al-Ṣanā'i fī Tartīb Al-Sharā'i, Faṣl fī Bayān Sharā'it Jawāz Anwā' al-Shirkah (6/64)

[18] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،فصل نبات الحرم (2/ 211)

Badā'i' Al-Ṣanā'i fī Tartīb Al-Sharā'i, Faṣl Nabāt al-Ḥaram(2/211).

[19] الفقه الإسلامي وأدلته للزحيلي،احكام المضاربة،هلاك مال المضاربة في يد المضارب (5/ 3967)

al-Fiqh al-Islami wa Adillatuhū li Al-Zuḥailī, Aḥkām al-Muḍārabah, Halāk Māl al-Muḍārabah fī Yad al-Muḍārib(5/ 3967)

[20] الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) (4/ 325)

Al-Durr Al-Mukhtār wa Ḥashiyah Ibn Ābdīn (Radd al-Muḥtār), (4/325)

[21] الموسوعة الفقهية الكويتية،من يكلف الإثبات(1/ 232)

الفقه الإسلامي وأدلته للزحيلي، النكول عن اليمين (7/ 5804)

المحيط البرهاني في الفقه النعماني،البخارى،محمود بن احمد،برهان الدين(المتوفى: 616هـ) في اليمين،دار الكتب العلمية،بيروت،2004م (8/ 160)

Al-Mawsū'ah al-Fiqhiyyah al-Kuwaitiyyah, Man Yukallaf al-Ithbāt, (1/232)
al-Fiqh al-Islami wa Adillatuhū li Al-Zuḥailī, al-Nukūl 'an al-Yamīn, (7/5804); Al-Muḥīṭ Al-Burhānī fī Fiqh Al-Nu'mānī, Al-Bukhārī, Maḥmoud bin Aḥmad, Burhān Al-Din (deceased: 616 AH) fī al-Yamīn, Dār Al-Kutub Al-'Ilmiyyah, Beirūt, 2004 AD (8/160)

[22] على حيدر(المتوفى: 1353هـ)، درر الحكام في شرح مجلة الأحكام ،(المادة 84:المواعيد بصور التعاليق تكون لازمة)دار الجيل،1411هـ(1/ 87)

'Ali Ḥaydar(deceased: 1353 AH), Durar al-Ḥukkām fī Sharḥ Majallah al-Aḥkām,(Article 84: al-Mawā'īd bi Ṣuwar al-Ta'ālīq Takūn Lāzimah) (Dār Al-Jīl, 1411 AH (1/87)

[23] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، الصلح في الأصل أنواع ثلاثة (6/ 40)

البحر الرائق شرح كنز الدقائق ومنحة الخالق، فصل الصلح عن دعوى المال(7/ 256)

Badā'i' Al-Ṣanā'i fi Tartīb Al-Sharā'i, al-Ṣulḥ fī al-Aṣl Anwā' al-Thalāthah(6/40); al-Baḥr al-Rā'iq, harḥ Kanz al-Daqā'iq wa Manḥa al-Khāliq, Faṣl al-Ṣulḥ 'An Da'wā al-Māl, (7/256)

[24] درر الحكام في شرح مجلة الأحكام،(الْمَادَّةُ 1427) إذَا تَلِفَ مِقْدَارٌ مِنْ مَالِ الْمُضَارَبَةِ(3/ 458)

Durar al-Ḥukkām fī Sharḥ Majallah al-Aḥkām, (al-Māddah 1427), Iḍhā Talafa Miqdār min Māl al-Muḍārabah (3/458)